دعوت الی اللہ کے لئے پہلے انفرادی منصوبے بنائیں اور سب سے پہلا منصوبہ دعا کا بنائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ رفروری ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۝ (الرعد:۳)

پھر فرمایا:۔

گزشتہ خطبہ میں، میں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ دعوت الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ دل میں ایک جوش پیدا ہو جائے، ایک گہری لگن اس کام سے پیدا ہو جائے جو محبت اور عشق میں تبدیل ہو جائے اور انسان نہ صرف دوسروں کے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنے دل کی مجبوری سے دعوت الی اللہ میں مصروف رہے اور اس کی زندگی کا سکون اور چین دعوت الی اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ یہ وہ طریق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں عظیم روحانی انقلاب برپا کرتا ہے۔ ولولے اور محبت اور جوش کا اپنا ایک مقام ہے لیکن صرف یہی کافی نہیں کیونکہ ولولے اور جوش اور محبت ایندھن سے مشابہت رکھتے ہیں جو توانائی مہیا کرتے ہیں لیکن محض پٹرول لے کر تو آپ سفر نہیں کر سکتے اس توانائی کے استعمال کے لئے جتنی اچھی مشین آپ کو مہیا ہوگی اتنا ہی بہتر اس توانائی کا نتیجہ نکلے گا اور اس سے

آپ زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں گے۔ پس دوسری بات منصوبہ بندی کی ہے۔ ایک منصوبہ بندی کا میں نے ذکر کیا تھا کہ جماعتوں کو ملکی سطح پر بھی اور مقامی سطح پر بھی منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ آج میں انفرادی منصوبہ بندی سے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو منصوبہ بندی کی اہمیت آپ پر واضح کرنے کے لئے میں نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا انتخاب کیا جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تقدیر کا مالک ہے اور قرآن کریم میں کُنۡ فَیَکُوۡنُ (البقرہ:۱۱۸) کا جو ذکر ہمیں ملتا ہے اس سے یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی بات کے متعلق فیصلہ کرے اور کہہ دے کہ یہ ہو جائے تو وہ ہو کر رہتی ہے۔ یہ بات درست ہے اور یہ تأثر درست ہے لیکن یہ بہت مختصر سی بات ہے۔ کیسے ہوتی ہے اور کیونکر رونما ہوتی ہے؟ اس کا ذکر قرآن کریم میں تفصیل سے مختلف جگہ ملتا ہے اور بارہا خدا تعالیٰ اس سلسلہ میں تدبیر کا ذکر فرماتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ قادر مطلق ہے جس چیز کا فیصلہ چاہے آناً فاناً بھی کرسکتا ہے لیکن فرماتا ہے کہ میرے وقار اور میری شان کے خلاف ہے کہ بغیر کسی حکمت اور بغیر کسی تدبیر کے کسی چیز کو ظاہر کروں۔ پس میرے حکم کے ساتھ تدبیر کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پس یہاں تدبیر کا تعلق ثانوی ہے۔ جو تقدیر کے ماتحت ہے سب سے پہلے خدا کی تقدیر ظاہر ہوتی ہے پھر وہ تقدیر تدبیر کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اسی سے پھر قانون قدرت جاری ہوتے ہیں اور ہر قسم کی تخلیق کا نظام چلتا ہے۔

قرآن کریم کی جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورۃ الرعد کی تیسری آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا اللہ کی ذات وہ ذات ہے کہ جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں پر بلند کر رکھا ہے۔ جن کو تم دیکھ نہیں سکتے بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا کا ایک مطلب یہ ہے کہ بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھتے ہو لیکن اس کا معنی وہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے کہ ایسے ستونوں کے بغیر بلند کئے رکھا ہے جن کو تم دیکھ سکتے ہو یعنی وہ ستون جو تمہیں نظر آتے ہیں جن کو تم عام طور پر دیکھتے ہو۔ ویسے ستون استعمال نہیں فرمائے بلکہ نہ نظر آنے والے ستونوں پر اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو اپنے اپنے مقام پر سنبھال رکھا ہے ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یہ سب نظام مکمل کرنے کے بعد پھر وہ اپنی کرسی

حکومت پر اَسْتَوٰی فرمایا گیا اور شمس اور قمر کو اس نے مسخر کر دیا۔ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یہ سب اپنے اپنے منتہیٰ کی طرف مسلسل حرکت میں ہیں۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ اس طرح خدا تدبیر فرماتا ہے۔ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ اور اپنے نشانوں کو کھول کھول کر تمہارے سامنے رکھتا ہے لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ تا کہ تم اپنے رب کی لقاء کا یقین پیدا کرسکو۔

ان آیات میں جو ستونوں کا نہ نظر آنا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہماری آنکھیں بہت سے ایسے ذرائع کو دیکھ نہیں سکتیں جن کے ذریعہ ایک نظام چل رہا ہو لیکن ہماری آنکھوں کا نہ دیکھنا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ ذریعے موجود نہیں ہیں بلکہ ذریعے موجود ہوتے ہیں اور ایسے ذرائع بھی خدا استعمال فرماتا ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتے اور اس کا نام اللہ تعالیٰ نے تدبیر رکھا ہے۔ قرآن کریم میں تدبیر سے متعلق جو مختلف آیات ہیں ان کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ خدا کی بعض تدبیریں ظاہر و باہر ہیں وہ ہر ایک کو دکھائی دیتی ہیں۔ بعض تدبیریں مخفی ہیں اور جہاں تک مخفی تدبیروں کا تعلق ہے اگر خدا ہمیں خبر نہ دیتا تو جس زمانہ میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں اس زمانہ میں کسی کو ان تدبیروں پر اطلاع نہ ہوتی۔

آج کے زمانہ میں خدا کی ان تدبیروں کو بنی نوع انسان میں سے جو سائنس دان ہیں اور جنہوں نے کھوج لگائے ہیں انہوں نے دیکھنا شروع کر دیا ہے اور تدبیروں کی تہہ تک اُترنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے پس پردہ اور بھی تدبیریں ہیں جو مخفی ہیں اور نظر نہیں آرہیں۔ وہاں تک پہنچنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے اور بھی تدبیریں ہیں جو ہمارے علم سے ابھی مخفی ہیں اور دکھائی نہیں دیتیں تو خدا تعالیٰ کی تدبیر کا جو سلسلہ ہے یہ تہہ در تہہ چلتا ہے بطن در بطن جاری ہے اور بہت سی تدبیریں ہیں جو ظاہر دکھائی دیتی ہیں بہت سی ہیں جو نہیں دکھائی دیتیں اور آج سائنس دانوں کو جو یہ تدبیریں دکھائی دینے والی ہیں تو ان کا بھی قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات خود اپنے حکم سے ان تدبیروں کو ظاہر فرماتا ہے اور ایسی تقدیر جاری کرتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نظام کے مخفی راز معلوم ہونے شروع ہو جاتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ الزلزال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴿۳﴾ وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۴﴾ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۵﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ؕ﴿۶﴾

(الزلزال:۲ تا ۶)

کہ ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ زمین اپنے گہرے اور بھاری راز اگلنے لگے گی اور زلزلے کی سی کیفیت طاری ہوگی جس طرح زلزلے میں زمین لاوہ اُگلتی ہے اور بہت ہی بڑی مقدار میں Heavy Metals کو بعض دفعہ لاوے کے ذریعے باہر نکالتی ہے اسی طرح زمین کے گہرے راز اور بھاری راز بھی ہیں۔فرمایا ایک ایسا وقت آئے گا گویا زمین پر زلزلہ طاری ہو جائے گا۔ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۔اس وقت انسان کہے گا کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ کتنی حیرت انگیز دریافتیں ہو رہی ہیں وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۔اس زمین کو کیا ہو گیا ہے یہ کیسی حرکتیں کر رہی ہے کیسی کیسی عجیب باتیں اور اپنے سینے کے راز اُگل کر ہمارے سامنے لا رہی ہے فرمایا۔ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۵﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ؕ﴿۶﴾ ۔اس دن یہ زمین اپنے راز اُگلے گی لیکن اتفاقاً نہیں بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ۔ اس لئے کہ اے محمد ﷺ! تیرے رب نے زمین پر یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اشارہ فرمائے تو اس وقت راز اگلنے لگو تو وہ سائنس دان اپنی تحقیق کے ماحصل کے نتیجہ میں مغرور ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑے بڑے کھوج لگا لئے ہیں، بہت سے راز معلوم کر لئے ہیں ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے پہلے ہی یہ راز ہم پر روشن فرما دیا تھا کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ سائنس دانوں کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائے گا اور اگر خدا تعالیٰ یہ توفیق عطا نہ فرمائے تو کسی کی طاقت نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مخفی رازوں کو معلوم کر سکے۔ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَيۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ:۲۵۶) کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کے علم میں سے ایک ذرے پر بھی احاطہ کر سکے مگر خدا کے اذن کے ساتھ ایسا ہوتا ہے یہ تو خیر ایک تمہیدی بیان تھا جو میں نے دیا ہے۔اصل مقصد آج اس آیت کو آپ کے سامنے پیش کرنے کا یہ ہے کہ آپ کو بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ بھی تدبیر فرماتا ہے اور بعض موقع پر وہ تدبیر مخفی رہتی ہے اور نظر نہیں آتی لیکن کام کر رہی ہوتی ہے چنانچہ آگے فرمایا کہ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ یہ

تدبیر ایسی ہے کہ اگر خدا خود کھول کر بیان نہ کرتا تو تمہیں معلوم نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بعض آیات خود کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم خدا تعالیٰ سے ملاقات کے دن کے بارہ میں یا خدا تعالیٰ سے ملاقات کے مضمون پر یقین حاصل کرسکو کیونکہ ان باتوں سے خدا تعالیٰ جو اپنے نشانات کھول کر بیان فرماتا ہے انسان کے دل میں ایمان بڑھتا ہے اور اس ہستی کی لقاء کی تمنا بھی پیدا ہوتی ہے۔ اُمید بھی بندھتی ہے اور بالآخر یقین بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک عام آدمی جس کا علم تھوڑا ہے یا عمر کے لحاظ سے بچہ ہے یا بہت بوڑھا ہے یا اپنے وسائل کے لحاظ سے بہت ہی محدود طاقتیں رکھتا ہے وہ کیسے منصوبہ بنائے منصوبہ بنانا تو فرض ہو گیا۔ اگر خدا منصوبہ بناتا ہے تو خدا کے بندوں کو بھی محض کُن کہہ کر کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔

خدا کے بندوں کا کُن تو ان کا مصمم ارادہ ہوا کرتا ہے یہ عہد ہوتا ہے کہ ہم یہ کام ضرور کریں گے۔ پس جب دعوت الی اللہ کی تحریک کی جاتی ہے تو ہزاروں لاکھوں احمدی ہیں جن کے دل میں کُن کا لفظ اس طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ کُن کی شکل میں ظاہر ہو مگر نیک ارادوں کی صورت میں نیک تمناؤں کی صورت میں کُن کا لفظ اُن کے دلوں میں اُٹھتا ہے ان کے ذہنوں پر چھا جاتا ہے اور وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم نے بھی کچھ کرنا ہے اور آگے ہوتا کچھ نہیں۔ کچھ دیر کے بعد یہ کُن کی آواز دھیمی ہوتی ہوتی آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے تخلیق کا طریق نہیں سیکھا۔ کُن کہہ کر خدا تعالیٰ معاملے کو وہیں ختم نہیں فرما دیتا بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے سلسلہ میں بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے اور یہ ساری کائنات خدا کی تدبیر کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے جو تقدیر کے تابع ہے۔ پس خدا کا بندہ کس طرح تدبیر سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ تدبیر کیا ہے اور کس طرح اختیار کرنی چاہئے اس سلسلہ میں اب آپ کو کچھ بتاؤں گا لیکن میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فیصلے کے بعد تدبیر کا سلسلہ تقدیر اور تدبیر کا ایک تعلق قائم کرتا ہے اور تدبیر وہ وسیلہ ہے جو خالق کو مخلوق سے ملاتی ہے تدبیر نہ ہو تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ہمارے تصور اور ادراک سے بہت بالا کہیں کام کرتی رہتی اور ہمیں اس کا علم نہ ہوتا یہ جو کائنات میں قوانین جاری ہیں یہ تدبیریں ہیں اور ان تدبیروں کے راستے ہم خدا کی تقدیر کو پہچاننے لگتے ہیں گویا یہ پُل کا سا کام دیتی ہے جو مخلوق کو خالق سے ملاتی ہے۔ یہاں تقدیر پہلے ہے اور تدبیر بعد میں ہے۔ جب انسانی سطح سے ہم

بات کرتے ہیں، انسانی زاویہ نظر سے دیکھتے ہیں تو تدبیر پہلے آتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف بلند ہوتی ہے اور پھر خدا کی تقدیر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا بعض الجھے ہوئے پراگندہ بالوں والے انسان جن کے سر میں خاک پڑی ہو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب وہ کہتے ہیں کہ خدا ایسا ضرور کرے گا تو خدا ایسا ضرور کر دیتا ہے۔ (ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر: ۳۷۸۹) تو بعض دفعہ نیک بندے کی تدبیر جو خدا کی خاطر بنائی جاتی ہے خدا تعالیٰ کو ایسی پیاری لگتی ہے کہ وہ اس کی تقدیر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر خدا کی تقدیر دنیا میں تدبیریں اختیار کرتی ہے اور وہ خدا کی غالب تدبیریں ہیں جو انقلاب برپا کیا کرتی ہیں۔

پس اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ تدبیر بندے کے لئے بہت ضروری ہے اور مخلصانہ تدبیر ہے جو دراصل خدا تعالیٰ کی تقدیر کو حرکت میں لاتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یہی تدبیر اللہ کی تقدیر بن جایا کرتی ہے۔ تو ہر وہ دعوت الی اللہ کرنے والا جو دل میں نیک ارادے باندھتا ہے اگر وہ ان ارادوں کے بعد کسی وقت آرام سے بیٹھ کر تدبیر نہیں سوچتا، منصوبہ نہیں بناتا تو ایسا ہی ہے جیسے ایک خیال دل میں پیدا ہوا اور اس پر عمل نہیں ہوا اور وہ محض ضائع گیا اور اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا اس لئے جماعتوں کو تو اپنے طور پر منصوبے بنانے ہوں گے لیکن ہر فرد کا اپنا کام ہے کہ وہ بھی منصوبہ بنائے اور جب وہ منصوبے بنانے بیٹھے گا تو اس وقت اس کو سمجھ آئے گی کہ کیوں اب تک وہ دعوت الی اللہ میں کوئی نمایاں کارکردگی نہیں دکھا سکا۔ بغیر منصوبے کے کوئی بات ڈھب سے چل ہی نہیں سکتی اور منصوبہ Grass root Level پر بنانا چاہئے یعنی انفرادی سطح پر، عوامی سطح پر، ہر شخص کا اپنا منصوبہ بننا ضروری ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر یہ منصوبہ نہ بنا ہو تو جماعتی اونچی سطح کے سارے منصوبے فرضی ہوں گے اور ان میں حقیقت نہیں ہوگی۔ وہ لوگ جنہوں نے کام کرنے ہیں وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کی صلاحیتیں کیا ہیں، وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کے اخلاص کا مرتبہ کیا ہے وہ بہتر جانتے ہیں کہ وہ کتنا وقت دے سکتے ہیں اور کتنا علم ان کو حاصل ہے، کون کون سے ذرائع ان کے پاس ہیں، اگر عمومی منصوبے میں کچھ کام ان کے سپرد کر دیئے جائیں تو منصوبہ بنانے والے اگر لندن میں بیٹھے ہیں تو ان کو کیا پتا کہ لیسٹر میں فلاں گھر میں جو بچی ہے اس پر اس منصوبے کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا یا کسی اور ملک میں ملک کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا جا رہا ہو تو وہ اس منصوبہ

کے وقت تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس منصوبے کو انفرادی منصوبوں میں ڈھالنے کی راہ میں کتنی دقتیں حائل ہیں۔ ایک اور طریقہ منصوبہ بنانے کا یہ ہوا کرتا ہے کہ انفرادی منصوبہ بنوایا جائے اور ان منصوبوں کو اکٹھا کر کے ان کی روشنی میں مرکزی منصوبہ بنایا جائے یہی مقبول طریق ہے یہی درست طریق ہے ورنہ حقیقت میں اکثر جو مرکزی منصوبے ہوتے ہیں وہ الاماشاء اللہ فرضی اور خیالی رہتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ ایک موقع پر ہدایت دی کہ اس طرح تفصیل کے ساتھ کاموں کو تقسیم کیا جائے اور مجھے مرکزی شعبے کی طرف سے رپورٹ ملی کہ ہم نے اس طرح تقسیم کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر بیٹھیں ایک فقرہ لکھ دیں کہ ہم نے کام تقسیم کر دیئے ہیں۔ چند منٹ میں آپ الاٹمنٹس کر دیں کہ تم نے اتنا کرنا ہے۔ تم نے اتنا کرنا ہے مراد یہ ہے کہ پہلے آپ اُن سے پتا کریں کہ ان کی صلاحیتیں کیا ہیں؟ کتنے دوست ان کاموں میں شامل ہو سکتے ہیں؟ ان دوستوں سے وعدے لیں اور معلوم کریں کہ واقعۃً وہ تیار ہیں بھی کہ نہیں۔ پھر ان کوائف کو اکٹھا کریں۔ ان کے نتیجہ میں جو مرکزی منصوبہ بنے گا وہ حقیقی ہوگا ورنہ یہ سب فرضی باتیں ہیں۔ پس جماعت کے عمومی منصوبے کی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو دعوت الی اللہ کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے لئے کسی وقت بیٹھ کر الگ منصوبہ بنائے۔

اب دیکھیں دعوت الی اللہ کرنے والوں میں بڑی عمر کے لوگ بھی ہیں چھوٹے بچے بھی ہیں، عورتیں بھی ہیں، مرد بھی ہیں، کالج کی پڑھنے والی لڑکیاں بھی ہیں اور کام کرنے والے لوگ ہیں، ہر ایک کے حالات مختلف ہیں، ہر ایک کا علم مختلف ہے، ہر ایک کو مختلف وقتوں میں مختلف دنوں میں وقت میسر آتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو کسی مرکزی کلاس میں شامل ہو ہی نہیں سکتے لیکن نیک ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سب کو میری نصیحت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے تو دعا کریں، دو نفل پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں اور خدا سے یہ عرض کریں کہ اے خدا! تو جانتا ہے کہ ہمارے پاس بہت ہی معمولی ذرائع ہیں اور ہمیں ہر لحاظ سے کمزوری کا احساس ہے اپنی بے بسی کا احساس ہے۔ اس لئے آج ہم تیری خاطر منصوبہ بنانے کے لئے بیٹھے ہیں تو ہمیں روشنی عطا فرما اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ جو منصوبہ بنائیں تیری رضا کو حاصل کرنے والا ہو اور جو منصوبہ بنائیں وہ ثمر دار بنے اس کو پھل

ملیں اور پھل لگنے تک جو محنت مجھے کرنی چاہئے مجھے اس محنت کی توفیق بھی عطا فرما۔ یہ دعا کر کے دو نفل پڑھ کے اگر کوئی شخص منصوبہ بنانے کے لئے بیٹھے گا تو یقیناً اس کے بعد وہ کام شروع ہو جائے گا اکثر دعوت الی اللہ کرنے والے جو غافل ہیں وہ اس لئے ہیں کہ نہ وہ دعا کرتے ہیں نہ سنجیدگی سے اپنی ذات کے لئے کوئی منصوبہ بناتے ہیں۔ آپ کے علم میں مختلف طبقات کے احمدی ہوں گے آپ ان پر نظر ڈال کر دیکھ لیں، اپنے نفس کا بھی جائزہ لے کر دیکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ دعوت الی اللہ کی خواہش تو پیدا ہوئی لیکن عملاً ٹھوس کام کرنے کی طرف بہتوں نے پہلا قدم بھی نہیں اُٹھایا۔ تعلقات کے دائرے ہیں وسیع سوشل رابطے موجود ہیں لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ دعوت الی اللہ کیسے کریں گے؟ سکول جانے والے بچے ہیں، بچیاں ہیں اگر وہ چاہیں تو اپنے دائرے میں تبلیغ کی توفیق مل سکتی ہے مگر کیسے کریں اس کی ان کو سمجھ نہیں آتی اس لئے باہر سے جو پیغام ان کو ملتے ہیں کہ تبلیغ کرو، وہ کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے۔ پس ہر شخص کو بیٹھ کر جیسا کہ میں نے کہا ہے دعا کرنے کے بعد اپنا منصوبہ خود بنانا چاہئے مثلاً ایک سکول کی بچی جب کاغذ لے کر بیٹھے گی تو پہلے تو خالی دماغ کے ساتھ اس کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا لکھوں، کیسے منصوبہ بناؤں؟ یہ جو بے بسی کا احساس ہے یہ کچھ دیر رہے گا پھر وہ سوچے گی اور غور کرے گی تو کہے گی اچھا! میری فلاں فلاں سہیلیاں ہیں، فلاں مِس ہے اس کے ساتھ میرے اچھے تعلقات ہیں تو میں ان کو کوئی لٹریچر دے دیتی ہوں ان کو گھر پر دعوت پر بُلا لیتی ہوں۔ اپنے امام صاحب کو یا کسی اور بزرگ سے درخواست کرتی ہوں کہ میں اپنی سہیلیوں کو یا اپنی مس وغیرہ کو دعوت پر بُلانا چاہتی ہوں آپ اگر تشریف لا سکیں یا آپ کی بیگم میں یہ صلاحیت ہو کہ ان سے گفتگو کر سکیں تو وہ آجائیں یا پھر لجنہ سے درخواست کر سکتی ہے غرضیکہ اس کے منصوبے کا آغاز ہو جائے گا۔ پھر آگے منصوبہ کیسے بڑھے اس سلسلہ میں جب میں یہ مضمون آگے بڑھاؤں گا تو اس بچی کو جس کے متعلق میں سوچ رہا ہوں کہ وہ اس طرح کاغذ لے کر منصوبہ بنانے کیلئے بیٹھے گی اور چھوٹوں بڑوں سب کو کئی قسم کے اور خیالات، کئی قسم کے ایسے طریق معلوم ہوں گے جن کے ذریعہ وہ خدا کے فضل سے اپنے لئے چھوٹا سا منصوبہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

منصوبوں کے سلسلہ میں سب سے پہلے دعاؤں کا منصوبہ بنانا چاہئے۔ بجائے اس کے کہ انسان یہ سوچے کہ میں اپنے دوستوں کو بلاؤں اور پھر کسی کو ڈھونڈوں کہ ان کو تبلیغ کر سکے۔ سب سے

پہلے خدا کو بلائیں کیونکہ خدا کی خاطر کام ہونے ہیں اور سب سے زیادہ معین اور مددگار تو اللہ ہے اور جب تک خدا کا وجود ذہن پر غالب نہ رہے اور تبلیغ کے سلسلہ میں ہر وقت توجہ خدا کی طرف مبذول نہ ہو اس وقت تک کوئی تبلیغ بھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔اس لئے منصوبے میں سب سے پہلے دعائیں لکھیں۔آپ نے نمازوں میں بہت سی دعائیں سُنی ہوں گی اگر روزمرہ توفیق نہیں ملتی تو جلسے کی نمازوں میں ہی کئی دفعہ آپ دعاؤں والی آیات سُنتے ہیں یا سُنتی ہیں۔ہوسکتا ہے کہ اکثر کو ان کے معانی نہ آتے ہوں اس لئے پتا ہی نہ لگے کہ ہم کیا سُن رہے تھے اور ان دعاؤں میں کیا طاقتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں جب مَیں نے خطبات میں بعض نیک لوگوں کی جو دعائیں بیان کی تھیں وہ آپ کی مدد کر سکتی ہیں۔خطبات کا وہ سلسلہ جس میں عبادات میں جان ڈالنے کا مضمون چل رہا تھا اس میں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے تابع نیک لوگوں کی دعائیں ہیں جو قرآن کریم میں درج ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا وہ بیان کی گئی ہیں۔ان دعاؤں میں بہت سی ایسی دعائیں ہیں جن کا دعوت الی اللہ سے تعلق ہے۔پس جب آپ دعا کا منصوبہ بنائیں تو سب سے پہلے ان دعاؤں کی طرف دھیان جانا چاہئے اور چونکہ یہ مضمون سورہ فاتحہ سے شروع ہوا تھا اس لئے سب سے پہلی دعا جو آپ کے ذہن میں آنی چاہئے وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا ہے۔اب اس سے معاملہ اس حد تک آسان ہو گیا کہ یہ دعا ہے جو اکثر احمدیوں کو آتی ہے یا آنی چاہیے اور اس کے بغیر نہ نماز مکمل اور نہ کوئی اور نیک کام مکمل۔

تو جب منصوبہ بناتے وقت ایک بچہ یا بچی جب سوچ رہے ہوں تو ان کو سوچنا چاہئے کہ میں دعاؤں کا منصوبہ بنا رہی ہوں یا بنا رہا ہوں اور اگر مجھے بنیادی دُعا سورہ فاتحہ ہی یاد نہیں تو میں کام کو کیسے آگے چلاؤں۔پس ایسی صورت میں منصوبہ بنانے والا سب سے پہلے اپنے اوپر لازم کرے گا اور یہ لکھے گا کہ مجھے نماز پڑھنی چاہئے اور سورۃ فاتحہ کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور سورۃ فاتحہ میں جو مرکزی دعا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وہ دعا کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے لئے خاص طور پر یہ مضمون ذہن میں رکھتے ہوئے دعا مانگنی چاہئے کہ اے خدا! کہ میں تیری ہی عبادت کرتی ہوں یا کرتا ہوں یا جب لفظ ہم بولتے ہیں تو اس میں مذکر مونث کا سوال اُٹھ جاتا ہے اس لئے میں ''ہم'' کے صیغہ میں بات کروں گا۔ہم جو عبادت کرتے ہیں یا کریں گے صرف تیری کرتے ہیں اور صرف تیری

عبادت کریں گے ۔ یہ فیصلہ ہے مگر تیری توفیق کے بغیر یہ ممکن نہیں ۔اس لئے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اور ہمیشہ تجھ سے ہی مدد مانگتے رہیں گے۔

یہ بنیادی دُعا کرنے کے بعد اس دعا کے ذریعے مختلف مضامین میں دعائیں مانگی جاسکتی ہیں مثلاً ایک دعوت الی اللہ کرنے والا پھر دوبارہ اس مضمون پر غور کرتے ہوئے یہ دعا مانگ سکتا ہے کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تیری ہی کریں گے اور ہم میں ساری دنیا اس کے ساتھ شامل ہو اور یہ دعا ارادہ بن جائے کہ ہم دنیا سے غیر اللہ کی عبادت کو مٹانے کا عزم رکھتے ہیں، ہم بطور بنی نوع انسان جن کی نمائندگی میں کر رہا ہوں یا کر رہی ہوں ۔ ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اے خدا! تیرے سوا دنیا میں اب کسی اور کی عبادت نہیں ہوگی اور اس غرض کے لئے ہم جو کوشش کرنا چاہتے ہیں اس میں تیری مدد چاہئے اور تو ہماری مدد فرما تا کہ ہم کامیابی کے ساتھ تیرا پیغام دنیا میں پھیلا سکیں اور تیری عبادت کو قائم کرسکیں ۔ پس اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا جو روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں خدا کا ہر بندہ خدا سے مانگتا ہی ہے اس دعا کو دعوت الی اللہ کی دعا کے لئے ظرف بنا دیں، وہ برتن بنا دیں جس میں آپ اللہ سے اللہ کے فضلوں کی بھیک مانگیں اور پھر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان لوگوں کی دعائیں یاد کریں جن لوگوں نے خدا سے انعام پائے اور دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں انہوں نے عاجزانہ دعائیں کیں ۔ ایسی دعائیں کیں جن کو خدا نے اس حد تک پسند فرمایا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو وحی کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ یہ بندہ فلاں زمانے میں میری خاطر دُعا کے لیے نکلا تھا اور یہ دعا کرتا تھا۔ یہ اس لئے کیا کہ آپؐ کی امت ہمیشہ دعاؤں سے فائدہ اُٹھاتی رہے تو ایک دعوت الی اللہ کرنے والے کو یہ پتا ہی نہ ہو کہ اس سے پہلے دعوت الی اللہ کرنے والوں نے خدا سے کس کس رنگ میں مدد مانگی تھی، جو مقبول ہوئی، جو خدا کو پسند آئی وہ کیسے اپنے لئے خدا تعالیٰ سے اچھے فیض کی توقع رکھ سکتا ہے ۔اس کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہی نہیں ہوگا نہ ادھر سے جواب آئے گا۔ پس ان دعاؤں میں سے مثلاً حضرت موسیٰ کی دُعا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۷﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۸﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۹﴾ (طٰہٰ: ۲۶ تا ۲۹)

ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کے لیے یہ دعا ضروری ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ اے اللہ! مجھے شرح صدر عطا فرما۔ شرح صدر کے مضمون میں لگن اور ولولہ بھی داخل ہے اور وہ کامل یقین بھی داخل ہے جو اپنے پیغام پر ایک انسان کو حاصل ہوسکتا ہے۔ اے خدا میں جو بات کہوں اس کے متعلق میرا دل اپنی گہرائیوں تک مطمئن ہو کہ میں صحیح بات کر رہا ہوں اور درست بات کہہ رہا ہوں پوری طرح شرح صدر نصیب ہو اور اس مضمون میں میرے دل میں ایک ولولہ پیدا ہو کیونکہ جو بات یقین کی طرح میخ کی طرح میرے دل میں گڑ جاتی ہے اس سے لازماً ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں جہاں بڑے جوش کے ساتھ بنی نوع انسان کو پیغام دیئے ہیں وہاں آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ان مقامات پر واضح طور پر یہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسی سچائی ہے جس کے لئے میرے دل میں بے حد جوش پیدا ہوا ہے اور میں رُک نہیں سکتا، مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں اس موقع پر خاموش رہوں۔ پس شرح صدر یقین سے پیدا ہوتا ہے اور یقین کے نتیجہ میں بے انتہا جوش پیدا ہوتا ہے اور دل میں ولولہ موجیں مارنے لگتا ہے۔ پس رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ کی دعا کرتے وقت یہ مضمون ذہن میں رکھیں۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ اور میرا کام میرے لئے آسان فرما دے۔ اب دیکھیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا مختلف لوگ مختلف علم رکھتے ہیں، مختلف طاقتیں رکھتے ہیں، مختلف ان کی صلاحیتیں ہیں اور ہر دعوت الی اللہ کرنے والا آغاز میں طبعاً ایک جھجک محسوس کرتا ہے اور اپنی لاعلمی اور بے بضاعتی کے احساس کے نتیجہ میں وہ سمجھتا ہے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس میدان میں کوئی کامیابی حاصل کرسکوں تو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے یہ دعائیں ہمارے سامنے رکھیں کہ ان دعاؤں سے فائدہ اُٹھاؤ اور ان دعاؤں میں یہ دعا شامل ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ اے خدا میرا کام بہت مشکل ہے میرے بس کی بات نہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے جابر بادشاہ کو پیغام ہدایت دینے کے لیے تو نے مجھے چُنا ہے اور مجھے ارشاد ہے کہ میں جا کر اپنی اس کمزوری کے باوجود جو میں محسوس کر رہا ہوں اس کو یہ پیغام دوں اور اس عظیم مقصد کو حاصل کروں۔ فرمایا وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ میرا یہ معاملہ آسان فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ بڑے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں اور آسان ہوتے دیکھے گئے ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں جن دعوت الی اللہ کرنے والوں نے یہ دعائیں کیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے

فضل سے ان کے نتیجہ میں مشکلوں کو آسان فرما دیتا ہے۔کئی دعوت الی اللہ کرنے والے ایسے ہیں جنہوں نے اس مضمون کی دعا کے ساتھ اپنے واقعات لکھے ہیں کہ اس طرح ایک موقع پر ہم تبلیغی گفتگو کے دوران سخت مشکل میں پھنس گئے اس وقت ذہن اسی دعا کی طرف متوجہ ہوا اور دعا کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر وہ مشکل حل فرما دی اور اس مشکل کام کو آسان فرما دیا اور مخالف کو خدا کے فضل سے شکست کھانی پڑی۔پس یہ دُعائیں بہت طاقتور دعائیں ہیں یہ وہ روحانی ہتھیار ہیں جن کے بغیر کوئی داعی الی اللہ میدان میں نکلنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا کیونکہ اس پر وہی بات صادق آئے گی کہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

کیسی لڑائی کو نکلو گے جب کہ وہ ہتھیار آپ کے پاس نہ ہوں جو آزمودہ ہتھیار ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے خود آپ کے لئے مہیا فرما دیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ پہلے بھی بڑے لوگوں نے یہ ہتھیار استعمال کئے تھے اور کامیابی سے استعمال کئے تھے۔آؤ اور میرے اسلحہ خانے سے یہ ہتھیار لو اور ان ہتھیاروں سے سج دھج کر پھر میدان میں نکلو۔وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ۔اے خدا میری زبان کی گانٹھ کھول دے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آتا ہے کہ آپ کو لکنت تھی اور لکنت کے نتیجہ میں وہ سمجھتے تھے کہ میں پیغام صحیح پہنچا نہیں سکوں گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بشری کمزوری تک اس دعا کو محدود رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ میں بغیر لکنت کے بات کرسکوں۔مراد یہ ہے کہ مجھے فصیح و بلیغ کلام کی قدرت عطا فرمانا، میں جو مضمون بیان کروں کسی مضمون کے بیان کے وقت میری زبان میں گانٹھ نہ پڑے۔کوئی تردد نہ آئے۔پس یہ تبلیغی میدان میں گفتگو کے وقت فصاحت و بلاغت مانگنے کی عجیب دعا ہے۔دیکھیں کیسی نیک انجام دعا ہے کسی پہلو کو خالی نہیں چھوڑتی۔پھر عرض کیا کہ اے خدا! میری فصاحت و بلاغت کس کام کی اگر دشمن میری بات سمجھے ہی نہ۔ایسی فصاحت و بلاغت عطا فرما کہ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ کے میرے مخاطب میری باتوں کو سمجھنا شروع کردیں۔پھر اگر وہ انکار کریں گے تو ان پر حجت تمام ہو چکی ہوگی پھر خدا کی تقدیر حرکت میں آئے گی۔پس فرعون اور اس کے ساتھیوں کا غرق اس دعا کے نتیجہ میں حجّت تمام ہونے کے بعد ہوا ہے۔لاعلمی کی حالت میں اُن سے یہ سلوک نہیں کیا گیا۔پس بہت عظیم الشان دُعا

ہے اور بہت گہرے مطالب رکھتی ہے پس جو بھی دعوت الی اللہ کا منصوبہ بنانے بیٹھے وہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے سورۃ فاتحہ کے مضمون کو ذہن میں رکھے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی آیت پہلے لکھے پھر سوچے کہ اس آیت کے تابع اور کونسی آیات قرآنی ہیں جو میرے کام میں ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہیں ان میں سے یہ آیت جیسا کہ میں نے چن کر پیش کی ہے یہ بھی شامل کرے پھر وہ دعا ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۲۵۱)

کہ اے ہمارے رب! اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ہم پر اپنے فضل سے صبر نازل فرمادے۔

اَفْرِغْ کی دُعا میں ایک بہت ہی لطیف بات یہ ہے کہ صبر کرنا مشکل ہوتا ہے اور اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا کا مطلب ہے کہ صبر کو ہمارے لئے آسان فرمادے صبر میں ہمیں شرح صدر عطا فرما ایسے صبر کی طاقت عطا فرما جس سے طبیعت میں فراغت کا احساس ہو اور کھلے دل سے صبر کرے ورنہ بعض ایسے صبر کرنے والے بھی ہوتے ہیں جو واویلا بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں صبر آ گیا اور ساتھ ان کا دل بھی غم میں گھلتا رہتا ہے تو اَفْرِغْ کی دُعا بہت ہی عظیم الشان دُعا ہے۔ اس راہ میں تکلیفیں آئیں گی۔ یہ بھی اس دعا کا پیغام ہے اس دعا سے دعوت الی اللہ کرنے والے کو یہ تنبیہہ بھی ہو جاتی ہے کہ جو کام ہے اس راہ میں مشکلات ہوں گی، دل آزاریاں ہوں گی، طرح طرح کے دُکھ دیئے جائیں گے، عزتوں پر حملہ کیا جائے گا، جان مال پر بھی حملہ ممکن ہے، پس یہ راستہ بہت مشکل راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اس راستہ کا طے کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے تو یہ دُعا سکھائی۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ اے خدا! وہ صبر دے جو دل میں کشائش پیدا کردے۔ دل میں ایک اطمینان کا احساس بھی پیدا کردے کہ ہم اس صبر سے خوب راضی ہو جائیں۔ وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ اور اس راہ میں ہمارے قدموں کو مضبوط کر۔

اب دیکھیں اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا کے ساتھ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا کا گہرا تعلق ہے۔ وہ صبر جو طوعاً و کرہاً اس طرح اختیار کیا جائے کہ انسان اس صبر پر راضی نہ ہو۔ اس کے نتیجہ میں اس کو جدوجہد کی طاقت نصیب نہیں ہوسکتی وہ صبر طاقت بخشتا ہے جس کے ساتھ شرح صدر عطا ہو۔ جو کچھ

کسی نے انسان سے کرنا ہے کر گزرے۔ ہر قسم کے دُکھوں میں مبتلا ہونے کے بعد خدا کی خاطر اس کو کُھلے دل کے ساتھ صبر نصیب ہو جائے پھر وہ کہتا ہے اب ٹھیک ہے۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اب تو میں سب کچھ اپنی ساری طاقتیں اس راہ میں جھونک دوں گا اور کسی منزل پر میرے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ یہ وہ آرزو ہے جو اس دُعا کی صورت میں مانگی گئی ہے۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ہمارے قدموں کو مضبوط فرما دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور ہماری یہ جدوجہد رائیگاں نہ جائے۔ وہ جدوجہد جس کا آغاز یکطرفہ مظالم سے شروع ہوا۔ مدمقابل نے نصیحت فرمانے کی بجائے ہمیں دُکھ دیئے۔ یہاں تک کہ ہمیں تجھ سے صبر کی التجا کرنی پڑی۔ اس کا انجام یہ کر کہ ہمیں فتح نصیب فرما اور ہمیں دُکھ دینے والے مغلوب ہو جائیں۔

اب یہ وہ دعا ہے کہ اگر یہ بھی منصوبہ میں داخل ہو تو دیکھیں کیسے کیسے لطف دے گی اور کتنی عظیم طاقتیں آپ کو عطا کرے گی اور دعا مانگتے وقت آپ کے حوصلے بڑھیں گے، آپ کا یقین بڑھے گا اور عزم میں مضبوطی پیدا ہوگی کیونکہ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا کی دُعا اگر قبول ہو تو عزم کی مضبوطی اس میں شامل ہے۔ جس کے عزم مضبوط نہ ہوں اس کے قدم بھی مضبوط نہیں ہو سکتے۔ پس یہ اور اس جیسی اور دعائیں ہیں۔ میں اس وقت دُعاؤں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف یہ سمجھا رہا ہوں کہ آپ منصوبے کیسے بنائیں گے۔ ہر منصوبہ بنانے والا پہلے دُعاؤں کا منصوبہ بنائے اور دعاؤں کا منصوبہ بناتے وقت یاد رکھے کہ عبادت کا قیام ضروری ہے۔ عبادت کے قیام کے بغیر اور نیک اعمال کے بغیر دعاؤں کو رفعت عطا نہیں ہوتی۔ کسی کلمہ کو بلندی نصیب نہیں ہوتی تو منصوبہ بناتے وقت انسان سوچتا بھی رہے اپنے نفس کا محاسبہ بھی کرتا رہے اور اگر نیک ارادے کے ساتھ، عزم صمیم کے ساتھ منصوبہ کے لئے بیٹھا ہے تو لازماً منصوبہ بناتے وقت کی جو فکریں ہیں وہ اس کے دل پر نیک اثر ڈالیں گی اور بہت سی پاک تبدیلیاں اس کے اندر پیدا کریں گی۔ بہر حال دعاؤں کے مضمون میں ایک اور بات کو بھی داخل کر لیں کہ منصوبہ بناتے وقت یہ بھی فیصلہ کریں کہ جن لوگوں کو میں یا ہم تبلیغ کریں گے ان کے لئے بھی دعائیں کیا کریں گے اور اپنی دعاؤں کی طاقت کے کرشمے ان کو دکھائیں گے اور ان کو بتائیں گے کہ جس خدا کی طرف سے ہم آرہے ہیں اور جس خدا کی طرف تمہیں بلانے کے لئے دعوت دے رہے ہیں اس خدا سے ہمارا تعلق ہے اور وہ ہماری دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ پس ہم خدا کے

رستے سے آرہے ہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور تم پر ہمارا خدا سے تعلق ثابت کر دیتا ہے۔

سب دلیلوں سے بڑی دلیل دُعا کی دلیل ہے اور مقبول دُعا کی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغی ہتھیاروں میں سب سے بڑی فوقیت دُعا کو دی اور اپنی صداقت کے نشانوں کے طور پر سب سے زیادہ مقبول دعاؤں کو پیش فرمایا۔ ایسی کتابیں تحریر فرمائیں جیسے حقیقۃ الوحی۔ نشانِ آسمانی وغیرہ۔ جن میں کثرت سے ان دعاؤں کا ذکر ہے جن کی قبولیت کے خدا نے ظاہر و باہر نشان دکھائے اور بہت سے احمدی ہیں جن کے آباؤ اجداد ان مقبول دعاؤں کو دیکھ کر احمدی ہوئے تھے۔ شائد ہی آج احمدیت میں کوئی ایسا گھر ہو جن کے آباؤ اجداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں احمدی ہوئے ہوں اور ان کی احمدیت میں دُعاؤں کا دخل نہ ہو یا اُن کی اپنی دُعاؤں کا دخل ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابہ کی دُعاؤں کا دخل ہے یا انہوں نے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعاؤں کا فیض پایا ہے یا حضرت مسیح موعودؑ کی دُعاؤں کو قبول ہوتے دیکھا ہے اور اس سے مرعوب ہو کر انہوں نے احمدیت کی سچائی کو قبول کیا۔ پس سارے دلائل ایک طرف اور مقبول دُعائیں ایک طرف اس کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اب کثرت سے یہ رجحان پیدا ہو گیا ہے مختلف ممالک سے لوگ خط لکھتے ہیں کہ میں عیسائی ہوں، میں ہندو ہوں، میں سکھ ہوں، میں فلاں ہوں، میں مسلمان ہوں، لیکن احمدی نہیں۔ لیکن آپ کی مقبول دُعا کے بعض واقعات میں نے سُنے ہیں۔ بعض احمدیوں نے مجھے بتایا ہے اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے اس معاملہ میں دُعا کریں اور پھر بسا اوقات ان کا ایک خط آتا ہے کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یا وہ بھگوان کہتا ہے تو بھگوان کی کرپا سے وہ کام جو بظاہر ممکن نہیں تھا وہ ہو گیا ہے اور میرے فلاں فلاں دوست نے بھی دُعا کے لئے کہا ہے اور فلاں نے بھی کہا ہے گویا کہ دُعا کروانے والوں کا سلسلہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ بعض دفعہ لڑکوں کے لئے دُعا مانگنے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ اس میں میں شرط لگاتا ہوں کہ دُعا کے لئے کوئی شرط نہیں ہوا کرتی مگر میں اپنی دل کی مجبوری سے یہ شرط لگاتا ہوں کہ لڑکے کو موحّد بناؤ گے مشرک نہیں بناؤ گے۔ ایک خدا کی عبادت کرنے والا بناؤ گے کیونکہ اگر میں یہ شرط نہ لگاؤں تو وہ مجھے نعوذ باللہ خدائی طاقتوں والا سمجھنے لگیں گے اور دُعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جس کے لئے

دعا کرے اس کو توحید پر قائم رکھے۔اس کا سر اپنے سامنے نہ جُھکائے بلکہ اس خدا کے سامنے جُھکائے جس کی طرف سے اور جس سے گریہ وزاری کے ساتھ وہ فیض مانگتے ہوئے اس کے لئے دُعا کر رہا ہے اور اللہ کے فضل سے اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی بھی توفیق ملی۔ یہاں ایک بنگالی دوست ہیں۔ان کی بیوی بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ پڑھتے ہیں۔ وہ ایک دفعہ اپنی بیماری کے سلسلہ میں آئے اور پھر ہومیو پیتھک دواؤں سے تو توجہ ہٹ گئی لیکن دُعاؤں کی طرف زیادہ ہوگئی اور سب سے زیادہ دُعاؤں کے لئے کہا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ان کی بہت سی مرادیں پوری ہوئیں۔اب وہ کل باوجود اس کے کہ وقت نہیں لیا ہوا تھا وہ پہنچے کہ میں نے ضرور ملنا ہے۔ساقی صاحب نے کہا کہ وہ بڑا زور دے رہے ہیں۔ میں نے کہا بُلا لیں اُن کو۔ جب ملے تو کہنے لگے کہ ہم تو سب ٹھیک ہیں لیکن میری بیوی کی ایک دوست ہیں اُن کو بڑا سخت ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور وہ اس وقت بہت ہی خطرناک حالت میں ہسپتال میں ہیں۔ وہ چونکہ میری بیوی سے آپ کے متعلق سُنتی رہتی ہیں اس لئے اس نے مجھے اصرار کے ساتھ بھجوایا ہے کہ فوری طور پر جاؤ اور ان کو دُعا کے لئے کہو تب مجھے چین آئے گا۔ **پس دُعا کا معجزہ ایک زندہ معجزہ ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کا تعلق صرف خلیفہ وقت سے نہیں ہے بلکہ ہر اُس شخص سے ہے جو خلافت احمدیہ سے خلوص کا تعلق باندھتا ہے** اور اس راستے سے وہ اپنے تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی مضبوط کرتا ہے اور آخری مقصد اس تعلق کا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ یہ وہ توحید ہے جس پر قائم ہونے کے نتیجہ میں دُعاؤں کو برکت ملتی ہے۔مقبولیت کا فیض عطا ہوتا ہے اور ان دُعاؤں کے فیض سے آپ جگہ جگہ دیکھیں گے کہ لوگ احمدیت کی صداقت کے قائل ہونا شروع ہو جائیں گے۔لیکن افسوس ہے کہ دُعاؤں کے مضمون میں دعوت الی اللہ کرنے والے پوری طرح استفادہ نہیں کر رہے۔بعض دعوت الی اللہ کرنے والے دُعاؤں کی طرف متوجہ تو ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ دُعا سے مراد صرف اتنا ہے کہ مجھے لکھ دیں کہ میں ان کے لئے دُعا کروں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو پھل لگائے یا خود اپنی کوششوں کو پھل لگانے کے لئے خدا سے دُعا مانگتے رہیں۔اس سے انکار نہیں کہ یہ درست طریق ہے لیکن صرف یہی طریق نہیں ہے بلکہ **دُعا ایک ایسا زندہ درخت ہے جو ہر موسم میں ہر حال میں اعجازی پھل دکھاتا ہے۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی جیسا کہ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک روایت ملتی ہے۔ یہ ایک شہادت ہے کہ ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ نے جو اُس وقت بچے تھے اور آپ کے ساتھ غالباً بہشتی مقبرہ کے باغ میں جا رہے ہیں ایک ایسے پھل کی درخواست کی جس کا موسم نہیں تھا اور آپ نے دُعا کے ساتھ درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ پھل اُن کو دے دیا کہ یہ لو۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں پھل عطا فرمایا ہے۔ اگر یہ روایت کرنے والے صادق نہ ہوتے تو اس واقعہ کو قبول کرنا بہت مشکل ہوتا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کے حالات سے ہم سب لوگ واقف ہیں اور روایت کرنے والوں کے متعلق ہزار ہا گواہیاں ہیں کہ اُن کو جھوٹ سے کوئی دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔ اس لئے ان باتوں پر یقین کرنا پڑتا ہے جن کے متعلق جب تاریخ بتاتی ہے تو یقین نہیں آتا۔

پس دُعا میں یہ بہت بڑی طاقت ہے کہ وہ اعجازی پھل عطا کرتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ آپ ان لوگوں کے لئے دُعا کریں جن کو آپ تبلیغ کرتے ہیں اور ان کے لئے صرف احمدیت کی دُعا نہ کریں کیونکہ احمدیت کی دُعا میں ان کی تمنائیں ساتھ شامل نہیں ہیں۔ ان کے لئے وہ دُعا کریں جس دُعا کا فیض وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ان کی دل کی تمنا پوری ہوں تب اُن کو یقین آئے گا۔ ایک بیمار ہے جو حالت زار تک پہنچا ہوا ہے۔ کئی ایسے مریض ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر جواب دے دیتے ہیں، کئی ایسے مصائب ہیں جن میں انسان پھنس کر نجات کی کوئی راہ نہیں پاتا اور گھیرے میں آجاتا ہے کئی ایسی تکلیفیں ہیں جو قریبیوں سے پہنچتی ہیں، کئی ایسی تکلیفیں ہیں جو دُشمنوں سے پہنچتی ہیں۔ انسان کو سو قسم کے آزار ہیں اور ہر انسان جو بظاہر خوش بھی دکھائی دیتا ہے اُس کو کوئی نہ کوئی فکر ضرور ہوتی ہے پس دعوت الی اللہ کرنے والے کو اپنے منصوبہ میں یہ بات لکھ لینی چاہئے کہ میں انبیاءؑ کی زبان میں بھی دُعائیں مانگوں گا اور دُعا کے لئے دوسروں کو بھی لکھوں گا اپنے لئے بھی دُعا کروں گا لیکن خُدا تعالیٰ سے یہ اعجاز بھی مانگوں گا جن لوگوں کو میں تبلیغ کرتا ہوں اُن کو میری دُعا سے دُنیاوی فوائد بھی حاصل ہوں، مادی فوائد بھی عطا ہوں تا کہ ان کا دل اس یقین سے بھر جائے کہ یہ شخص جو مجھے خدا تعالیٰ کی طرف بُلاتا ہے یہ گھر سے آنے والا ہے، کوئی دور کی آواز نہیں ہے بلکہ گھر کے اندر سے اُٹھنے والی آواز ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے جب یہ منزل طے ہو جائے تو ہر دوسری روک رستے سے اُٹھا دی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ضروری نہیں کہ ایک انسان حق کو قبول کرلے لیکن جس شخص کی دُعاؤں

کا فیض کوئی پاتا ہے اس کے لئے دل میں ایک ملائمت پیدا ہو جاتی ہے، نرم نرم گوشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی بات کو ادب اور احترام سے سُنتا ہے اور بے وجہ کی حجت بازیوں میں مبتلا ہو کر اس کے پیش کردہ دلائل کو رد نہیں کیا کرتا بلکہ اس کو بہت ہی ادب اور احترام سے اس خواہش کے ساتھ سُنتا ہے کہ میرے دل میں جاگزین ہوں میں بات کو سمجھ جاؤں چنانچہ میرا بھی یہ تجربہ ہے کہ بسا اوقات ایسے لوگ کچھ دیر کے بعد اس دُعا کی بھی درخواست شروع کر دیتے ہیں کہ دُعا کریں ہمیں ہدایت نصیب ہو۔ دعا کریں ہمیں توفیق ملے کہ ہم آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور یہ سلسلہ بعض دفعہ اس تیزی سے بڑھتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے قادیان کے سفر میں ایک سکھ خاندان سے رستہ چلتے تھوڑا سا تعلق قائم ہوا وہ اتنی تیزی سے بڑھا پہلے تو انہوں نے اپنے بچوں کے لئے اپنی مشکلات کے لئے دُعا کا کہنا شروع کیا پھر ایک دفعہ وقت لے کر آئے کہ میں نے ضرور ملنا ہے ان کو میں نے وقت دیا تو مجھے کہا کہ آپ میرے لئے اب یہ دُعا کریں کہ اللہ مجھے ہدایت دے۔ میں نے کہا۔ ہاں ہاں میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں تو کہا کہ نہیں نہیں آپ بات نہیں سمجھے مطلب ہے مجھے طاقت دے کہ میں آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ اب یہ جو باتیں ہیں یہ دُعا کے کرشمے ہیں اور دعوت الی اللہ کے لئے سب سے زیادہ ضروری دعا ہے۔ باقی باتیں میں انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔ میں نے اس مضمون کو بہت کھول کر آپ پر روشن کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی فرمایا کہ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ۔ بعض معاملات وہ خوب کھول کھول کر بیان کرتا ہے کیونکہ بعض ایسے اسباب ہیں جو نظر سے مخفی ہوتے ہیں جیسے وہ عمود جن پر ساری کائنات اُٹھالی گئی ہے دکھائی نہیں دیتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کھول کھول کر بیان نہ کرے تو لوگوں کو پتا بھی نہ لگے کہ ایسے عمود موجود ہیں پس دُعا کا عمل بھی ان عمود میں سے ہے جو سب سے زیادہ طاقت رکھتا ہے ساری کائنات کو یہ عمود اُٹھا سکتا ہے لیکن لوگوں کو نظر نہیں آرہا ہوتا۔ پس اس آیت کریمہ سے نصیحت پاتے ہوئے میں نے بھی اس مضمون کو آج خُوب کھول کر آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ اپنے لئے ہر منصوبہ بنانے والا اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرے گا۔ آمین